ابو سعید حنیف احمد محمود۔ برطانیہ

❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت والدین

وقت 5–7 منٹ

ماں باپ کبھی نہیں مرتے؟

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا

(بنی اسرائیل:24)

یعنی تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔

پھر آ رکھوں قدمِ مادر و پدر پہ جبیں
کیا جنہوں نے محبّت کا رازداں مجھ کو

معزز سامعین! گزشتہ دنوں ماہنامہ ”قندیل ادب انٹرنیشنل“ میں ”رجل خوشاب“ کے نام سے ایک تحریر بعنوان ”والدین کبھی مرتے نہیں“ نظروں سے گزری۔ موصوف نے دو ورقہ مضمون میں اپنے والدین کے احسانات کا ذکر کر کے والدین سے اپنے تعلقات کا ذکر کیا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے والدین کے درجات بلند کرتا رہے۔

اِس مضمون کا عنوان مجھے بہت پسند آیا اور اپنے والدین کی وفات 1993ء میں ابا جان مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب سیالکوٹی اور 1996ء میں امّی جان مکرمہ مریم صدیقہ صاحبہ کی وفات دل و دماغ میں تازہ ہو کر مرحومین کے احسانات اور اُن کی محبتیں و شفقتیں ذہن میں آنے لگیں۔ لیکن آج مجھے مرحومین کے احسانات کا ذکر کرنا مقصود نہیں تاہم آپ دونوں کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دُعا کے ساتھ اُس مضمون کی طرف آتا ہوں جو یہ عنوان سامنے آتے ہی ذہن و دماغ میں گھومنے لگا۔ ماں باپ وہ عظیم محسن ہستیاں ہیں جن کے احسانات کا سفر انسان کی پیدائش سے ہی شروع نہیں ہوتا بلکہ میاں بیوی کی آپس میں شادی بالخصوص میاں بیوی کے آپس میں اُس ملاپ سے شروع ہوتا ہے۔ جس ملاپ سے اللہ تعالیٰ نے اُس وجود کی پیدائش کا فیصلہ کیا۔ اسلام نے والدین کو ملاپ کے وقت دُعا کرنے کی تلقین کی ہے۔ پھر مسلسل پیدائش تک والدین بچے کے لئے دُعا کرتے رہتے ہیں۔ بالخصوص والدہ نو ماہ کی ایک تکلیف دہ Process کے بعد تکلیف سے بچے کو جنم دیتی ہے۔ پھر تمام عمر ماں گھر میں رہ کر بچے کی خدمت کرتی ہے اور باپ باہر محنت و مشقت سے پیسے کما کر نہ صرف بچے کا پیٹ پالتا ہے بلکہ اُس کی اعلیٰ تعلیم کے لیے اخراجات مہیا کرتا ہے۔ دنیا کے ہر بچے کو اپنے ماں باپ بہت پیارے ہوتے ہیں اور ہر ماں باپ کو اپنے بچے سے مثالی پیار ہوتا ہے۔ جناب نعیم اللہ باجوہ آف آسٹریلیا نے کیا خوب لکھا ہے کہ ”باپ کبھی مرتا نہیں، وہ صرف وقت کی کتاب میں ایک ایسا باب بن جاتا ہے جسے پڑھتے ہوئے ہر آنکھ نم اور ہر دل نرم ہو جاتا ہے۔“

(ماہنامہ قندیل ادب اگست 2026، صفحہ 27)

موصوف نے ”باپ“ کا ذکر کر کے ایک کتاب سے مثال تو دے دی لیکن اِس کتاب کو درد اور دُکھ کی سیاہی سے لکھنے والی ”ماں“ کا ذکر نہیں کیا۔ اگر اس کتاب کو لکھنے کے لیے باپ نے قلم مہیا کیا تو ماں اُسی قلم میں روشنائی بھرتی رہی۔ اِن والدین میں سے کسی ایک کی یا دونوں کی وفات کے بعد یہ کُھلی کتاب ہمارے سامنے رہتی ہے۔ کبھی دیوار کی طرف دیکھیں تو اِس کتاب کا کوئی ایک صفحہ کُھل جاتا ہے۔ مکان کے کسی کونہ یا والدین کے بیڈروم کو دیکھیں تو اِس کتاب کا کوئی اَور صفحہ کھول کر ماضی کی یادوں میں انسان کھو جاتا ہے۔ والدین کی اولاد یعنی اپنے بہن بھائیوں کو دیکھیں تو ہم بہن بھائیوں میں سے کسی کی شکل والد سے مل رہی ہوتی ہے، اُسے دیکھ کر والد کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ کسی کا چہرہ ماں سے مشابہہ ہو کر ماں کی یادیں، اُن کا گھر میں چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا، اُس کا کام کاج یاد آنے لگتا ہے۔ ہم میں سے اگر کسی کا پورا چہرہ نہیں ملتا تو بعض

کے کچھ نقوش مل رہے ہوتے ہیں۔ کسی کی چال، کسی کے بیٹھنے کا طریق ماں باپ کی یاد تازہ کرواتا ہے۔ یہ یادیں صرف اولاد کے ذریعہ ہی نہیں بلکہ خاندان کے بزرگوں اور اُن کے چہروں کے نقوش دیکھ کر والدین باوجود وفات پر جانے کے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دے رہے ہوتے ہیں۔ اِسی پر بس نہیں بلکہ گھر میں پوتا یا پوتی پیدا ہو تو یہ سنائی دیتا ہے کہ ''اِس کا چہرہ اپنے دادے دے نال کِنّا ملدا اے۔'' بعضوں کا اندازِ تحریر اور بعضوں کا اندازِ تقریر اپنے والدین میں سے کسی ایک سے ملتا ہے۔

ابھی چند دن قبل مجھے ایک بزرگ دوست نے اپنی تحریر کردہ تصنیف جو جماعت کے ایک بزرگ واقفِ زندگی پر تھی، دی۔ میری مسز نے اس کے ٹائیٹل پر چسپاں تصویر کو دیکھ کر کہا کہ ان کی آنکھیں فلاں کے ساتھ کتنی ملتی ہیں۔ خاکسار نے جواباً کہا کہ ''نانا جو ہوئے اُن کے''

سامعین! 1980ء-1981ء کی بات ہے کہ مَیں بدّوملہی ضلع سیالکوٹ حال نارووال میں بطور مربّی خدمات بجا لا رہا تھا کہ مَیں ایک دَورہ کے دوران ''خانا میانوالی'' گاؤں سے اپنے آبائی گاؤں ''چندرکے'' کی طرف پیدل کھیتوں میں منڈیر پر چل کر جا رہا تھا کہ گاؤں ''چندرکے'' کے قریب کھیتوں کے کنارے پانی بہتے کھالے کے اوپر چارپائی ڈالے ایک معمر آدمی بیٹھا حُقّہ پی رہا تھا۔ جس کی نظر عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ کمزور ہو چکی تھی۔ مَیں نے اُس کے قریب سے گزرتے ''السلام علیکم'' عرض کی تو اُس نے اپنی آنکھوں کے اوپر اپنا دائیاں ہاتھ رکھ کر اپنی آنکھوں کو ذرا سا موندھا اور میری طرف دیکھا اور بولا ''تُوں میاں حبیب اللہ دا پوترا ایں''۔ مَیں اس 80 سالہ کے قریب بابا جی کی یہ بات سُن کر ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا اور سخت پریشان بھی ہوا کہ مَیں تو اپنی 30 سالہ عمر میں بحیثیت مربّی اپنے گاؤں کو پہلی دفعہ دیکھ رہا ہوں یا دیکھا ہے تو ان بزرگ نے کیسے مجھے پہچان لیا۔ مَیں نے بابا جی سے پوچھ ہی لیا کہ آپ نے مجھے کیسے پہچانا۔ وہ بولے کہ ''تمہارا ماندھڑا (یعنی چہرہ) اور چال میاں حبیب اللہ سے ملتی ہے۔'' مَیں نے کہا کہ بابا جی! وہ تو 1961ء میں وفات پا گئے ہیں اور انہوں نے 1947ء میں پارٹیشن کے بعد قادیان سے ربوہ آکر ڈیرے ڈالے۔ مُڑ کر گاؤں نہیں آئے تب بھی آپ نے پہچان لیا۔ تو بولے۔ ''او میر ا یار سی۔ اَسی اکٹھے گوٹیاں کھیلدے رہیں آں۔''

اب دیکھیں! یہ بزرگ جن کی عمر 80 برس کے قریب قریب تھی۔ آنکھوں کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ بیچ کھیتوں ویران علاقے میں صرف گزرتے، چال دیکھ کر کئی دہائیوں قبل دیکھے اور ملے ہوئے اپنے دوست کے پوتے کو پہچان لیا۔ مَیں نہیں جانتا کہ وہ بزرگ احمدی تھے یا نہیں لیکن ایک ویرانے میں اُس اَن پڑھ بوڑھے شخص نے میرے دادا جی کی کتاب کھول کر میرے سامنے رکھ دی اور درپردہ دعوت دی کہ اِسے پڑھتے رہیں۔

سامعین! مَیں بات کر رہا تھا کہ ماں باپ کبھی نہیں مرتے۔ کبھی وہ راتوں کو خواب میں ملتے ہیں اور بعض اوقات خاندان کی غلطیوں اور بڑی دڑاروں کی طرف توجہ دلا کر اُسے درست کرنے کی طرف ویسے ہی توجہ دلا رہے ہیں جس طرح زندگی میں دلایا کرتے تھے۔ کبھی اُن کی فوٹوز دیکھ کر اُن کی یادیں تازہ ہو رہی ہوتی ہیں۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ تصویریں بولتی ہیں۔ کبھی اُن کے لئے دعائیں کر کے، اُن کی طرف سے صدقات دے کر بزرگ مرحوم والدین کی یادیں تازہ رکھی جاتی ہیں۔ بعض اہلِ ثروت لوگ اپنے والدین کی یاد میں کوئی ٹرسٹ قائم کر کے اُن کے نام کو زندہ کرتے ہیں۔ کوئی اُن کے نام سے اسکول کھول دیتا ہے اور کوئی، والدین کے نام سے ہسپتال قائم کر دیتا ہے۔ جیسے میرے بھائی عزیزم ڈاکٹر مبارک احمد شریف نے والدہ محترمہ کے نام پر ''مریم ہسپتال'' کھول رکھا ہے۔ جب بھی کسی عزیز، دوست اور واقف کار کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہماری والدہ ہیں تو فوراً اُن کی خصوصیات، خوبیاں اور نیکیاں بیان کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ الغرض مائیں یا باپ مرا نہیں کرتے بلکہ اِن کی نیکیوں سے اولاد کے نام روشن ہو رہے ہوتے ہیں اور اولاد کے کارناموں سے والدین زندہ رہتے ہیں۔

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو آگے بڑھایا اور آپؓ کی صداقت کے عظیم نشانات میں سے ایک بنے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد 19 سال کی عمر میں آپؓ نے جو پہلی تقریر کی اس کے متعلق ایک صاحبِ علم و فضل بزرگ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

''ایک اَور واقعہ جس کا میں اس مضمون میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ حضور رضی اللہ عنہ کی پہلی تقریر ہے۔ یعنی (مولوی صاحبؓ کے زمانے میں تو زندہ تھے،) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پہلی تقریر ہے جو حضورؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلے سالانہ جلسہ کے موقع پر کی۔ یہ جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں منعقد ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے دائیں طرف سٹیج پر رونق افروز تھے۔ سٹیج کا رخ جانب شمال تھا۔ اس تقریر کے متعلق دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ مولوی شیر علی صاحب لکھتے ہیں۔ اوّل عجیب بات یہ تھی کہ اُس وقت آپؓ کی آواز اور آپؓ کی ادا اور آپؓ کا لہجہ اور طرزِ تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اور طرزِ تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی، جو ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا ہم سے جدا ہوئے تھے، یاد تازہ ہو گئی اور سامعین میں سے بہت ایسے تھے جن کی آنکھوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس آواز کی وجہ سے جو ان کے پسرِ موعودؓ کے ہونٹوں سے اس

وقت اس طرح پہنچ رہی تھی جس طرح گراموفون سے ایک نظروں سے غائب انسان کی آواز پہنچتی ہے آنسو جاری ہوگئے اور اُن آنسو بہانے والوں میں ایک خاکسار بھی تھا۔ اگر یہ کہنا درست ہے کہ انسان کی روح دوسرے پر اترتی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح آپ پر اتر رہی تھی اور اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ یہ ہے میرا پیارا بیٹا جو مجھے بطور رحمت کے نشان کے دیا گیا تھا اور جس کی نسبت یہ کہا گیا تھا کہ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔"

(خطبہ جمعہ 22/ فروری 2019ء)

حضرت مصلح موعودؓ کے صاحبزادے حضرت مرزا حنیف احمد صاحب کی وفات پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" آپ کی بیٹی نے بتایا کہ انہوں نے کسی صحابی کا قصہ بیان کیا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے درجات بلند ہوتے جا رہے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ میرے تو ایسے اعمال نہ تھے۔ اس پر اُنہیں بتایا گیا کہ تم نے جو اپنی نیک اولاد چھوڑی ہے وہ ہر وقت تیرے لئے دعا کرتی ہے اور اس سے ہر روز تیرے درجے میں اضافہ ہوتا ہے۔ کہتی ہیں، اپنے بچوں کو نصیحت کرتے تھے کہ میرے لئے دعا کرتے رہنا۔ اللہ کرے کہ ان کی اولاد نیکیوں پر قائم ہو۔ جس طرح کہ وہ دیکھنا چاہتے تھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اولاد اور اپنی جماعت کے لئے جو دعائیں کی ہیں اس دعا کے مصداق اور ان کے بچے بھی اور باقی افرادِ خاندان بھی اور جماعت بھی بنے۔ حضرت مصلح موعود نے بچوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ان کی اولادیں اور اُن کی اولادیں ابد تک تیری امانت ہوں جس میں شیطان خیانت نہ کر سکے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ہوں۔

(میری سارہ، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 189)

(خطبہ جمعہ 14/ فروری 2014ء)

اولاد کی اچھی اور دینی تربیت دنیا میں والدین کے لیے نیک نامی کا باعث اور آخرت میں کامیابی کا سبب ہے، جب کہ نافرمان و بے تربیت اولاد دنیا میں بھی والدین کے لیے وبالِ جان ہوگی اور آخرت میں بھی رسوائی کا سبب بنے گی۔

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ

" نیک اولاد، اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے والی اولاد جہاں اپنی عاقبت سنوارنے والی ہوگی، وہاں نیک اولاد کے عمل اور اُن کی دعائیں جو وہ والدین کے لئے کر رہے ہیں، والدین کے درجات اگلے جہان میں بھی بلند کرنے کا باعث بن رہی ہوں گی۔"

(خطبہ جمعہ 3/ مئی 2013ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بے شمار دفعہ مستورات کو خود بھی نماز پر کاربند رہنے اور اپنی اولادوں کو بھی نماز کی پابند بنانے کی طرف توجہ دلائی اور ایک موقع پر فرمایا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ ماؤں نے اپنے بچوں اور بچیوں کو نماز کا عادی بنایا ہوگا تو آپ کی وفات کے بعد جب وہ نمازِ ظہر پڑھیں گے تو گو آپ قبر میں سو رہی ہوں گی مگر فرشتے آپ کے حق میں لکھ رہے ہوں گے کہ اِس بی بی نے نماز ظہر ادا کی۔ اگر آپ کی اولاد نے نمازِ عصر ادا کی تو فرشتے کہہ رہے ہوں گے کہ اِس بی بی نے بھی نماز عصر پڑھی۔ اِسی طرح حضور نے نمازِ مغرب، نماز عشاء اور نماز فجر کا نام لے کر فرمایا کہ اگر آپ کے بچے یہ نمازیں آپ کی وفات کے بعد پڑھیں گے تو اس کا اجر آپ کے حق میں لکھا جائے گا۔ جبکہ آپ قبر میں سو رہی ہوں گی۔

نماز کا والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے بہت قریبی تعلق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ نماز وقت پر ادا کرنا پھر پوچھا کہ نماز کی بروقت ادائیگی کے بعد کون سا عمل بہتر ہے۔ فرمایا۔ والدین سے حسن سلوک۔

(بخاری کتاب الجہاد)

یہ ہے روحانی مفہوم کہ مائیں مرا نہیں کرتیں۔ وہ خود بھی تا ابد زندہ رہتی ہیں اور اپنی اولاد کو بھی زندہ رہنے کے گُر سکھلا جاتی ہیں۔

سامعین! ہم عموماً مشاہدہ کرتے ہیں کہ ماں باپ میں سے کسی ایک کی وفات کے بعد بچے گھروں میں اکٹھے بیٹھ کر فوت شدہ ماں یا باپ کی باتیں کر کے اُن کو یاد کرتے ہیں۔ اُن کے کپڑوں کو لمس کر کے کہتے سنائی دیتے ہیں کہ ان سے ابا مرحوم یا امی مرحومہ کی خوشبو آ رہی ہے۔ اسلام آباد مسجد مبارک میں ایک دوست کچھ عرصہ سے جمعہ پر اپنے ابا مرحوم کی قراقلی ٹوپی پہن کر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ٹوپی پہن کر مجھ میں ابا مرحوم کی feelings لگتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اُذْکُرُوْا

مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ کے تحت اپنے مرحوم والدین کے اوصاف، شمائل اور اخلاق کا نا صرف ذکر کرتے رہنا چاہئے تا وہ نیکیاں اور اُن کے اچھے فعل اپنے اندر اُتارنے کی کوشش کریں تا ہمارے گھروں میں ہمارے بزرگ مرحوم والدین کی روحوں کا احساس ہوتا رہے۔

پیارے بھائیو! آئیں اب اسلامی نکتہ نظر سے دیکھیں کہ والدین کبھی نہیں مرتے بلکہ اُن کے نمائندے والدین کے مرنے کے بعد بھی خاندان میں موجود رہتے ہیں۔ بات بڑی بہن اور بڑے بھائی کی کرتے ہیں۔ فیملی میں بڑی بہن بمنزلہ ماں اور بڑا بھائی بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

حَقُّ کَبِیْرِ الْاِخْوَۃِ عَلٰی صَغِیْرِھِمْ کَحَقِّ الْوَالِدِ علی وَلَدِہٖ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 421)

گویا کہ ماں کی شکل میں بڑی بہن اور باپ کی شکل میں بڑا بھائی گھر میں ماں باپ کی زندگی کی علامت ہوتے ہیں۔ بلکہ باپ کے وفات یافتہ ہونے کی صورت میں بہن کے نکاح میں ولایت جوان ہونے کی صورت میں بڑے بھائی کو منتقل ہو جاتی ہے۔ ورنہ چچا کو منتقل ہو گی اور چچا کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا ہے۔ کہ "چچا بھی باپ کی مثل ہوتا ہے۔" (مسلم کتاب الزکوٰۃ) نیز باپ کی عدم موجودگی میں بچہ کی اُس کے گھر پرورش ہو گی۔ (ترمذی ابواب البرّ والصلہ)

اُدھر خالہ ماں کی مثل ہے۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابیؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ حضور! مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ کیا اِس کی کوئی تلافی ہے؟ آنحضورؐ نے دریافت فرمایا۔ کیا تیری ماں زندہ ہے۔ عرض کیا۔ نہیں! فرمایا۔ خالہ ہے؟ عرض کی ہاں! فرمایا۔ اِس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ خدا تیرا گناہ بخش دے گا۔

(ترمذی۔ کتاب البرّ والصّلہ)

ایک دفعہ حضرت حمزہؓ کی بیٹی کو چچا (حضرت علیؓ) یا خالہ (زوجہ حضرت جعفر طیارؓ) کو دینے کا مسئلہ پیدا ہوا تو حضورؐ نے بچی خالہ کی گود میں ڈال کر فرمایا کہ اَلْخَالَۃُ بِمَنْزِلَۃِ الْاُمِّ کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔

(بخاری کتاب المغازی)

حضرت ابو اسید الساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہماری موجودگی میں ایک دفعہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یارسول اللہؐ! کیا کوئی ایسی نیکی ہے جو مَیں اپنے والدین کے ساتھ ان کی وفات کے بعد کر سکوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں کیوں نہیں! ان کے لئے رحمت، مغفرت اور بخشش کی دعا کرو۔ انہوں نے جو وعدے کسی سے کر رکھے تھے انہیں پورا کرو اور ان کی رضا اور خوشی کے لئے ان کے ملنے والے عزیز و اقارب اور دوستوں کی تعظیم و تکریم کرو اور ان سے اسی طرح صلہ رحمی کرو جس طرح تیرے والدین اپنی زندگی میں ان سے کیا کرتے تھے۔

(ابو داؤد کتاب الادب)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری ماں کی جان اچانک نکل گئی ہے۔ اگر وہ بولتی تو ضرور صدقہ کرتی۔ اب اگر مَیں صدقہ کروں تو کیا اِسے ثواب ملے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! تو اُس نے ایک باغ جو اُس کی پاس تھا صدقہ کر دیا۔

میری والدہ کی وفات کی تار جب مجھے ملی تو اُس وقت مَیں بخاری پڑھ رہا تھا۔ وہ بخاری بڑی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ مَیں نے اُس وقت کہا۔ اے اللہ! میرا باغ تو نہیں ہے۔ تو مَیں نے بخاری وقف کر دی۔ فیروز پور میں فرزند علی کے پاس ہے۔"

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 578)

پھر آپؓ فرماتے ہیں۔

"انسان کو چاہئے کہ اپنے ماں باپ سے بہت ہی نیک سلوک کرے۔ تم میں سے جس کے ماں باپ زندہ ہیں وہ ان کی خدمت کرے اور جس کا ایک یا دونوں وفات پا گئے ہیں وہ ان کے لئے دعا کرے۔ صدقہ دے اور خیرات کرے۔"

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 183)

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک سفر کے دوران ایک بدّو کو بہت عزّت دی۔ اپنی سواری پر بٹھایا۔ اپنی پگڑی اُتار کر اس کے سر پر باندھی اور فرمایا اس کے والد، میرے والد حضرت عمرؓ کے دوست تھے اور مَیں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی اپنے والد کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔

(مسلم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو شخص قرابت داروں سے حسن سلوک نہیں کرتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں۔"

(کشتی نوح صفحہ 17)

اپنی اسی معرکہ آراء کتاب میں احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تم مخلوق خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا ان کے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں۔"

(کشتی نوح صفحہ 60)

حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ماں باپ کے وقت میں تو ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کو دیکھ کر تم لوگ بھی ان رشتہ داروں سے حسن سلوک کر دیتے ہو۔ وہ گھر میں آتے ہیں تو ہنس کر بات کرتے ہو، عزت سے سوال کرتے ہو لیکن کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ماں باپ کے گزرنے کے بعد پھر ان کو بھول جاتے ہیں۔ تو ان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے اور ایسے جلسہ کے موقع پر بھی مہمان آتے ہیں جو کسی زمانے میں ماں باپ کو بہت پیارے تھے اور عزیز تھے۔ ان کی رشتہ داری تھی یا نہیں تھی مگر ان سے بہت حسن سلوک کیا کرتے تھے تو ان کے مرنے کے بعد جو نیکیاں ان کو پہنچائی جا سکتی ہیں، ان میں ان کے لئے عزّت کے ساتھ اپنے گھر میں جگہ بنانی اور ان کے لئے ہر قسم کی آسائش کے سامان مہیا کرنے یہ بھی ایک بہت اہم نیکی ہے۔ ساتھ ہی فرمایا ان کے دوستوں کی بھی عزّت کرنی چاہئے۔ صرف رشتہ داروں کے لئے نہیں بلکہ دوستوں کے لئے بھی۔"

(روزنامہ الفضل 2/ مئی 2000ء)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون بارے ان الفاظ میں جماعت کو نصیحت فرمائی ہے:

"ماں باپ سے حسن سلوک زندگی میں تو جو کرنا ہے وہ تو کرنا ہی ہے۔ مرنے کے بعد کے بھی ان کے لئے دعائیں کرو، ان کے لئے مغفرت طلب کرو اور اس کے علاوہ ان کے وعدوں کو بھی پورا کرو، ان کے قرضوں کو بھی اُتارو...یہاں تو یہ حکم ہے کہ صرف ان کے وعدوں کو ہی پورا نہیں کرنا بلکہ ان کے دوستوں کا بھی احترام کرنا ہے، ان کو بھی عزت دینی ہے اور ان کے ساتھ جو سلوک والدین کا تھا اس سلوک کو جاری رکھنا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 12/ جنوری 2004ء)

سامعین! ہمارے ماں باپ ہر گز مرتے نہیں۔ اِس کے لیے ہمارے خلفاء نے جماعت میں یہ تحریکات کر رکھی ہیں کہ اپنے ماں باپ کو زندہ رکھنے کے لئے اِن کی سیرت پر مضامین اور کتب لکھیں تا اُن کے حق میں دُعائیں ہو سکیں۔ سب سے پہلے یہ تحریک حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ نے فرمائی۔ پھر حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ اکبر فرماتے ہیں۔

"ہر خاندان کو اپنے بزرگوں کی تاریخ اکٹھا کرنے کرنے کی طرف متوجّہ ہونا چاہئے اور اُس تاریخ کو اُن کی بڑائی کے لئے شائع کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اپنے آپ کو بڑائی عطا کرنے کے لئے۔ اُن کی مثالوں کو زندہ کرنے کے لئے، اُن کے واقعات کو محفوظ کریں اور پھر اپنی نسلوں کو بتایا کریں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے آباؤاجداد تھے۔ کن حالات میں کس طرح وہ لوگ خدمتِ دین کیا کرتے تھے، کس طرح وہ چلا کرتے تھے، کس طرح بیٹھا کرتے تھے، اوڑھنا بچھونا کیا تھا، اُن کے انداز کیا تھے؟۔"

(خطباتِ طاہر جلد 8 صفحہ 177)

پھر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”گزشتہ چند سالوں میں مَیں نے جماعتوں کو بار بار نصیحت کی کہ وہ سارے خاندان جن کے آباؤ اجداد میں صحابہ یا بزرگ تابعین تھے اُن کو چاہیے کہ اپنے خاندان کا ذکرِ خیر اپنی آئندہ نسلوں میں جاری کریں...... سب سے زیادہ زور اِس بات پر ہونا چاہیے کہ آنے والی نسلوں کو اپنے بزرگ آباؤ اجداد کے اعلیٰ کردار اور اعلیٰ اخلاق کا علم ہو اور اُن کی قربانیوں کا علم ہو۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/اپریل 1993ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

” حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی اس پیاری جماعت میں ایسے ہزاروں لاکھوں نمونے بکھرے پڑے ہیں..... جنہوں نے اپنے اخلاص اور اپنی قربانیوں کے بڑے اعلیٰ معیار قائم کئے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جن کے وفا، اخلاص، تعلق، محبت، اطاعت کے واقعات سامنے نہیں آئے۔ یہ لوگ خاموشی سے آئے اور محبت و تعلق وفا اور اطاعت کی مثالیں رقم کرتے ہوئے خاموشی سے چلے گئے۔ ایسے مخلصین کی اولادوں کو چاہئے کہ اپنے ایسے بزرگوں کے واقعات قلمبند کریں اور جماعت کے پاس محفوظ کروائیں اور اپنے خاندانوں میں بھی ان روایتوں کو جاری کریں اور اپنی نسلوں کو بھی بتاتے رہیں کہ ہمارے بزرگوں نے یہ مثالیں قائم کی ہیں اور ان کو ہم نے جاری رکھنا ہے۔ جہاں ہم ان بزرگوں پر رشک کرتے ہیں کہ کس طرح وہ قربانیاں کرکے امام الزمان کی دعاؤں کے وارث ہوئے وہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ آج بھی ان دعاؤں کو سمیٹنے کے مواقع موجود ہیں۔ آئیں اور ان وفاؤں، اخلاص، اطاعت، تعلق اور محبت کی مثالیں قائم کرتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔ یاد رکھیں جب تک یہ مثالیں قائم ہوتی رہیں گی زمینی مخالفتیں ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/اکتوبر 2003ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح سے مستفید فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

✿✿✿✿